تعلیق 13[1]

مسلمان کی "وفاداریاں"؟

عَنْ تَمِيمٍ الداري رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ. الدِّينُ النَّصِيحَةُ. الدِّينُ النَّصِيحَةُ. قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ

(سنن أبي داود 4944، ومثله في الترمذي 1926، والنسائي عن أبي هريرة 4199، وأصله فى صحيح مسلم رقم 95)

تمیم داریؓ سے مروی ہوا، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: دین تو ہے مخلص رہنا۔ دین تو ہے مخلص رہنا۔ دین تو ہے مخلص رہنا۔ عرض کی گئی: مخلص کس کا، اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: مخلص اللہ کا، اس کی کتاب کا، اس کے رسول کا، مسلمانوں کے ائمہ کا اور عامۃ المسلمین کا۔

اس حدیث میں لفظ "النصیحة" آیا ہے جس کا ترجمہ ہمارے ہاں عام طور پر "خیر خواہی" سے کیا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ برا نہیں، تاہم یہ اس لفظ کی پوری دلالت، نیز حدیث کا اصل مقصود ادا کرنے سے قدرے قاصر ہے۔ سورۃ التوبۃ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اُن لوگوں کے حق میں جو بوجہ عذر غزوۂ تبوک (جہادِ فرض عین) پر نہ نکل سکے مگر ہیں وہ دل سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ (التوبۃ:91)

نہیں کوئی حرج (جہاد سے پیچھے رہنے میں) ضعیفوں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جنہیں (راہِ جہاد میں) خرچ کا مقدور نہیں... جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخلص ہوں۔

آیت کا سیاق واضح ہے (اس سے پچھلی آیت کے برعکس) کہ ان صحابہ کا ذکر اُن منافقین کے مقابلے پر آیا ہے جو دل سے اللہ اور رسول کے ساتھ نہ تھے۔

---

[1] ابن تیمیہ کے متن میں دیکھئے فصل اول، حاشیہ 13

لفظ "النصیحۃ" کی لغوی دلالت کے حوالے سے ابن حجر عسقلانیؒ بخاری کی شرح میں مازریؒ سے دو قول نقل کرتے ہیں:

1. ایک: شہد کو چھاننا اور صاف کرنا۔
2. دوسرا: چھدے کپڑے کو سی کر درست کرنا؛ مِنۡصَحَۃ کا لفظ ٹانکہ لگانے والی سوئی کے لیے مستعمل ہے۔

مازریؒ کہتے ہیں:

پس اس کے دو معنیٰ ہوئے:

1. کسی کے لیے مخلص ہونا، اور
2. اس کے بگڑے معاملے کو سنوارنا۔

یہاں مازریؒ سورۃ التحریم (آیت 8) میں مذکور تَوبَۃً نَصُوحاً کا حوالہ دے کر کہتے ہیں:

"گویا گناہ نے آدمی کے دین کو چھید دیا تھا اور توبہ نے اس کو سی کر پہلی حالت پر بحال کر دیا"۔

تَوبَۃً نَصُوحاً کا مطلب مفسرین عموماً یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ توبہ جس میں آدمی گناہ کی جانب پلٹنے کا نام نہ لے۔ یہاں سے 'نصح' کے معنیٰ میں "نبھانے" اور "پورا اترنے" کا مفہوم بھی آجاتا ہے۔

اس کے بعد ابن حجرؒ کہتے ہیں:

خطابیؒ کہتے ہیں: "نصیحۃ" ایک جامع لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی کے لیے پورے طور پر مخلص ہونا۔ یہ دریا کو کوزے میں بند کر دینے والا کلمہ ہے۔ بلکہ لغت میں ایک لفظ بول کر یہ پورا مفہوم ادا کر دینے کے لیے اس سے بہتر کوئی لفظ ہے ہی نہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی بابت کہا گیا ہے کہ دین کی ایک چوتھائی اِسی ایک حدیث میں آگئی ہے۔ یہ رائے رکھنے والوں میں امام محمد بن اسلم طوسیؒ آتے ہیں۔ جبکہ نوویؒ کہتے ہیں: یہ حدیث ایک چوتھائی دین کیا، پورے دین کی غرض و غایت کو سمیٹ گئی ہے کیونکہ دین ان امور سے باہر ہے ہی نہیں جو اس حدیث میں مذکور ہوئے۔

(فتح الباری، کتاب الایمان ترجمۃ باب قول النبی الدین النصیحۃ ج 1 ص 138)

امام نوویؒ کہتے ہیں: {الدِّینُ النَّصِیحَۃُ "دین تو ہے مخلص ہونا"} یہ وہی اسلوب ہے جو اِس حدیث میں وارد ہوا: {الحَجُّ عَرَفَۃ "حج تو ہے عرفہ"} یعنی حج کا اصل ستون یا بڑا حصہ عرفہ ہے۔

صحیح مسلم کی شرح میں امام نوویؒ کہتے ہیں:

حدیث میں "وفاداری" کے جو میدان مذکور ہوئے، خطابیؒ اور دیگر اہل علم نے ان کی بابت نہایت نفیس کلام بیان کیا ہے۔ میں ان سب کو اکٹھا کر کے تمہارے لیے اختصار سے بیان کر دیتا ہوں:

لِلّٰہِ: "مخلص رہے۔۔ اللہ کا"

یہ ہوا اللہ پر ایمان لانا۔ اُس سے شریک کی نفی کرنا۔ اُس کی صفات میں الحاد سے باز رہنا۔ سب کمال اور جلال کے پیرایوں کو اس کے وصف کے لیے خاص کرنا۔ ہر نقص اور عیب سے اُس کو منزہ اور مبرا کرنا۔ اُس کی اطاعت کا دم بھرنا۔ اُس کی نافرمانی سے بچنا۔ انسانوں سے بھی خاص اُس کی خاطر محبت رکھنا اور اُس کی خاطر بغض۔ اُس کے فرماں برداروں سے ولاء (دوستی اور وابستگی) رکھنا اور اُس کے نافرمانوں سے دشمنی۔ اُس کا کفر کرنے والوں سے جہاد کرنا۔ اُس کی نعمتوں کا معترف رہنا۔ ان نعمتوں پر اُس کا شکر گزار رہنا۔ سب معاملات میں اُس کے لیے خلوص رکھنا۔ جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں ان کی طرف اوروں کو بھی بلانا اور لوگوں پر اس کے لیے زور دینا۔

وَلِكِتَابِهِ: "مخلص رہے... خدا کی کتاب کا"

یہ ہوا آدمی کا ایمان لانا کہ قرآن اللہ کے بولے ہوئے کلمات ہیں، یہ اُس کی تنزیل ہے۔ مخلوق کا کلام کسی صورت اس جیسا نہیں۔ اس کی تعظیم کرنا۔ اس کی تلاوت کرنا جیسا اس کی تلاوت کا حق ہے۔ اس کو نہایت عمدگی سے پڑھنا۔ اس کو پڑھتے وقت حالت خشوع میں آجانا۔ تلاوت میں اس کا ایک ایک حرف ادا کرنا۔ اس میں تاویل کرنے والوں سے اس کا دفاع کرنا اور اس پر طعن کرنے والوں سے اس کی حفاظت کرنا۔ جو کچھ اس میں آیا ہے اُس کو حق جاننا۔ اس کے احکام پر غور کرنا۔ اس کے علوم اور اس میں مذکورہ امثال کو خوب گہرائی میں سمجھنا۔ اس کی سمجھائی ہوئی باتوں سے عبرت لینا۔ اس کے عجائب پر غور کرنا۔ اس کے محکم پر عمل پیرا ہونا اور اس کے متشابہ کو تسلیم کرنا۔ اس کے عموم، خصوص، ناسخ اور منسوخ کی خوب جانچ پرکھ کرنا۔ قرآن کے علوم کو پھیلانا۔ لوگوں کو اس کی طرف اور اس کے حقوق کی طرف بلانا۔

وَلِرَسُوْلِہٖ: ''مخلص رہے... خدا کے رسول کا''

یہ ہوا آپ ﷺ کی رسالت کو حق جاننا۔ آپ ﷺ جو کچھ لائے ہیں اس سب پر ایمان لانا۔ آپؐ کے امر و نہی کی اطاعت کرنا۔ آپؐ کی زندگی میں اور آپؐ کی زندگی کے بعد آپؐ کی نصرت کرنا۔ آپؐ کے دشمن سے دشمنی اور آپؐ کے وابستگان سے وابستگی رکھنا۔ آپؐ کے حق کو غیر معمولی جاننا۔ آپ کی توقیر کرنا۔ آپؐ کے طریقے اور سنت کو زندہ کرنا۔ آپ کے مشن کو پھیلانا اور آپؐ کی شریعت کو عام کرنا۔ آپؐ کی شریعت پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا رد کرنا۔ شریعت کے علوم کو ترقی دینا۔ اس کے معانی میں گہرائی حاصل کرنا۔ اس کی جانب دعوت دینا۔ اس کے سیکھنے اور سکھانے میں رقت اختیار کرنا۔ اس کا اِجلال کرنا۔ سنت کی عبارت پڑھتے وقت باادب ہو جانا۔ سنت میں بغیر علم کلام کرنے سے احتراز کرنا۔ سنت کے علماء کا اِجلال کرنا۔ آپؐ کے اخلاق ایسے اخلاق رکھنا اور آپؐ کے آداب ایسے آداب رکھنا۔ آپؐ کے اہل بیت اور آپؐ کے اصحاب سے محبت کرنا۔ ان لوگوں سے دوری اختیار کرنا جو آپؐ کی سنت کو بدعت سے بدلتے ہیں یا جو آپؐ کے اصحابؓ میں سے کسی پر طعن کرتے ہیں۔

وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ: ''مخلص رہے... مسلمانوں کے قائدین کا''

یہ ہے ان کے ساتھ حق کے معاملہ میں متعاون ہونا۔ اس میں کی ان کا اطاعت گزار رہنا۔ اس حق کا ان کو بھی پابند کرنا، اس پر اُن کو تنبیہ اور تذکیر کرنا نرمی اور ملاطفت کے ساتھ۔ اس میں ان کی کوتاہیوں اور مسلمانوں کے حقوق کے معاملہ میں اُن کی لاعلمی پر ان کو خبردار کرنا۔ ان کے خلاف خروج نہ کرنا۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی اطاعت کے لیے یکسوئی پیدا کرانا۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنا۔ ان کو زکواۃ ادا کرنا۔ ان سے کوئی ناانصافی یا بدسلوکی سرزد ہوگئی ہو تو اس پر ان کے خلاف تلوار لے کر نکل نہ کھڑے ہونا۔ ان کی جھوٹی تعریفیں نہ کرنا۔ ان کے لیے نیک رہنے کی دعاء کرنا۔ یہ سب کچھ اس تفسیر کی رو سے کہ ''ائمۃ المسلمین'' سے مراد مسلمانوں کے خلفاء یا دیگر وہ لوگ جو ان کے محکموں کے افسران ہوں، یہی مشہور ہے اور خطابیؒ کے بیان میں بھی آیا ہے۔ خطابیؒ کہتے ہیں: مگر ''ائمۃ المسلمین'' سے مراد علمائے دین بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کا مخلص رہنے میں یہ کچھ آئے گا: ان کی روایت قبول کرنا۔ احکام میں ان کی تقلید کرنا۔ ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا۔

وَعَامَّتِهِمْ: ”مخلص رہے... عامۃ المسلمین کا“

یہ ہے ان کو ان کے دنیوی فائدے اور اخروی مصالح کا شعور دینا۔ ان کو ایذاء نہ پہنچنے دینا۔ ان کی جہالت دور کر کے علمِ دین سے بہرہ مند کرنا اور اس میں قول و عمل سے ان کا مددگار ہونا۔ ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرنا۔ ان کے ہاں پائے جانے والے رخنوں کو پر کرنا۔ ان سے نقصان دہ اشیاء کو دفع کرنا۔ ان کے لیے نفع آور اشیاء کو ممکن بنانا۔ ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا، نرمی، اخلاص اور شفقت کے ساتھ۔ مسلمانوں میں بڑی عمر کے آدمی کو عزت دینا۔ چھوٹے پر شفقت کرنا۔ ان کو نصیحت کرنے کا اچھے سے اچھا وقت اور اچھی سے اچھی صورت اختیار کرنا۔ ان کو دھوکہ دینے اور ان کے ساتھ دو نمبری کرنے سے پرہیز کرنا۔ ان سے حسد نہ کرنا۔ جو اپنے لیے پسند ہو ان کے لیے وہ پسند اور جو اپنے لیے ناپسند ہو ان کے لیے وہ ناپسند کرنا۔ ان کے مال جائیداد اور ان کی آبروؤں کا دفاع کرنا۔ قول و فعل سے ان کے لیے دیگر ہر انداز میں فائدہ مند ہونا۔ نیکی پر ان کی خوب ہمت بندھانا۔

ابن بطالؒ اس حدیث کے تحت کہتے ہیں: یہاں ”مخلص اور خیر خواہ رہنے“ کو ہی ”دین“ اور ”اسلام“ کہا گیا ہے۔ یہ فرض ہے۔ کچھ لوگ اس کا حق ادا کر دیں تو وہ اجر کے حقدار ہوتے ہیں جبکہ باقیوں کا فرض بھی اس سے پورا ہو جاتا ہے۔ یہ فرض بقدر استطاعت ہے۔ (دیکھئے شرح صحیح مسلم از امام نووی، حدیث رقم 95)

یہاں چند نکات اِس حدیث کے ضمن میں ابن رجبؒ کے بیان سے (اختصار):

سورۃ التوبۃ میں اُن لوگوں کو نیکوکار کہا گیا جو بوجہِ عذر جہاد میں نہ جا سکے تاہم وہ اللہ و رسولؐ کے مخلص تھے (إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ) [2]۔ بنابریں؛ ایسا وقت آسکتا ہے جب جملہ اعمالِ دین آدمی سے مرفوع ہو جائیں مگر اللہ اور رسول کا وفادار رہنا تب بھی اُس سے مرفوع نہ ہو گا۔ اس کو کوئی ایسی بیماری آگئی ہے کہ وہ دین کا کوئی ایک بھی عمل کرنے کے قابل نہیں رہ گیا ہے، حتیٰ کہ زبان تک چلنے سے رہ گئی ہے، ہاں ہوش باقی ہے، تو بھی اللہ کا مخلص اور وفادار ہونا اُس سے ساقط نہ ہو گا۔ مثلاً دل سے اپنے قصوروں

---

2 آیت کی نص اور ترجمہ پیچھے گزر چکا۔

پر پشیمان ہونا اور یہ عزم کرنا کہ اگر اللہ نے اس کو صحت دی تو وہ اس کے عائد کردہ فرائض ادا کرے گا اور اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرے گا۔ اگر آدمی پر یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ دل سے اللہ کا مخلص اور وفادار نہیں ہے۔ اسی طرح ”اللہ کا مخلص ہونا“ یہ بھی ہے کہ اللہ کی معصیت ہو رہی ہو تو آدمی اس کو قبول نہ کرے۔

”رسولؐ کا مخلص رہنے“ میں یہ بات بھی آتی ہے کہ ایسے شخص پر شدید عتاب رکھو اور اس سے منہ موڑلو جس کی دینداری نبی ﷺ کی سنت پر نہیں (اس کی بابت کیا خیال ہے جو نبی ﷺ کے دین ہی کی بجائے کوئی اور دین اور دستور اختیار کرتا ہے!)۔ نیز ایسے آدمی پر عتاب رکھو جو دنیا کے کسی مفاد میں آکر نبی ﷺ کی سنت کو گزند پہنچائے چاہے اُس کی اپنی دینداری میں وہ سنت موجود بھی ہو۔

”ائمۃ المسلمین کا مخلص رہنے“ میں یہ بھی آتا ہے کہ آدمی یہ خواہش رکھے کہ امت ان پر جمع رہے، اور اس بات کو ناپسند کرے کہ امت ان کے معاملہ میں تفرقہ کا شکار ہو جائے۔ اس کو دینداری کا باقاعدہ حصہ جانے کہ اللہ کی اطاعت میں رہتے ہوئے وہ ان کی اطاعت کرے۔ ان کے خلاف خروج کرنے کو روا رکھنے والے کو ناپسندیدہ جانے۔ اور یہ پسند کرے کہ اللہ کی اطاعت میں ان کو شوکت اور قوت ملے۔

”عامۃ المسلمین کا مخلص رہنے“ میں یہ بھی آتا ہے کہ: آدمی ان کے دکھ پر دکھی ہو۔ اور ان کی خوشی پر خوش ہو۔ آدمی کا دنیوی نقصان ہوتا ہو تو بھی مسلمانوں کے لیے جو خوشی کی بات ہے اُس پر وہ خوش ہی ہو، جیسے اشیاء کی قیمتوں کا نیچے آنا اگرچہ تاجر ہونے کی صورت میں اس کے منافع کی شرح اس سے نیچے چلی جاتی ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ایک پیش رفت پر پریشان ہونا۔ اس بات کی تمنا کرنا کہ مسلم معاشرہ نیک رہے، مسلمانوں پر نعمتیں دائم رہیں اور مسلمان اپنے دشمن پر فتح اور برتری پا کر رہیں۔ (جامع العلوم والحکم، شرح حدیث الدین النصیحۃ)

گو ایک عمومی معنیٰ میں مسلمان تمام بنی آدم کے لیے اخلاص اور خیر خواہی رکھتا ہے، خصوصاً اگر خون کے رشتے ہوں، جیسا کہ انبیاء اپنی اپنی قوم کو کہتے رہے ہیں: وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ۔ اور اُس معنیٰ میں بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے تڑپ مومن کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ نیز دنیوی معاملات میں ایک کافر کی خیر خواہی بھی مسلمان کا دستور ہے۔

چنانچہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہاں "اخلاص اور خیر خواہی" کو ان اشیاء میں محصور کیا گیا ہے اس لیے کہ اغلب یہی ہے۔ تاہم امام احمد بن حنبلؒ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ "اخلاص اور خیر خواہی" کی وہ خصوصی صورت ہے جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب، جماعۃ المسلمین کی قیادتوں اور اس کے عوام میں ہی محصور ہے۔ (دورِ حاضر کی زبان میں: یہ مسلمان کی آئینی وفاداری کا ذکر ہے۔ گو اہل اسلام کے ہاں "آئین" محض کسی سیاسی سیاق میں نہیں آتا بلکہ ایمانی سیاق ہی میں آتا ہے)۔ چنانچہ ہمارے 'ہیومن اسٹوں' کی مایوسی کے لیے، یہ حدیث "اَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِم" ہی کا ذکر کرتی ہے۔ اس حدیث کے تحت ابن رجبؒ امام احمد بن حنبلؒ کا قول لے کر آتے ہیں: "مسلمان پر ذمی کا وفادار ہونا واجب نہیں، مگر ذمی پر مسلمانوں کا وفادار رہنا واجب ہے"۔ (دیکھئے جامع العلوم والحکم، شرح حدیث الدین النصیحۃ) ابن حجرؒ بھی اِسی حدیث کے تحت امام احمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ احادیث میں نبی ﷺ نے مسلمان کے سودے کے اوپر سودا کرنے سے جو ممانعت فرمائی ہے (جو کہ "مسلمان کا مسلمان کے لیے مخلص ہونا" کے معنیٰ میں شامل ہے) وہ صرف مسلمان کے ساتھ خاص ہے۔ کافر کے سودے پر سودا کرنا مسلمان پر حرام نہیں۔ (دیکھئے فتح الباری کا گزشتہ حوالہ)

*****

متن میں آگے چل کر امام ابن تیمیہؒ خود بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ سب وفاداریاں کسی حلف اٹھانے سے فرض نہیں ہوتیں (یہ مبحث ہم اپنی تعلیق "آسمانی شریعت نہ کہ سوشل کونٹریکٹ" میں قدرے واضح کر چکے ہیں) بلکہ یہ ذمہ داریاں اور وفاداریاں خدا کی جانب سے از خود عائد ہیں۔ یعنی "مسلمان" ہونے کے ناطے ہی آدمی کو اللہ، رسول، کتابِ آسمانی اور جماعۃ المسلمین کی قیادت اور عوام کا وفادار رہنا ہوتا ہے۔ اس "وفاداری" کو باقاعدہ "دین" کہا گیا ہے۔ یہ بذاتِ خود ایمان ہے۔ امام بخاریؒ باب "الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ" کو کتاب الایمان میں لے کر آئے ہیں۔ صحیح مسلم بھی یہ باب اور یہ حدیث کتاب الایمان ہی میں آئی ہے۔ اس کے تحت شارحینِ حدیث نے یہی لکھا ہے کہ مسلمان کی یہ وفاداریاں "ایمان" شمار ہوتی ہیں۔ اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایمان کا وہ کونسا تصور ہے جو کرۂ ارض پر "وفاداریوں" کا یہ نقشہ رکھے بغیر مسلمان کے یہاں مکمل ہو جاتا ہے!

بخاری میں باب "الدِّينُ النَّصِيحَة" کے تحت امام بخاری جو حدیث لے کر آتے ہیں، نیز مسلم میں بھی اسی باب کے تحت جو دوسری حدیث آتی ہے وہ یوں ہے:

عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: «بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ» (صحيح البخاری رقم 57، صحيح مسلم رقم 97)

حضرت جریرؓ سے روایت ہے، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اس بات پر کہ نماز قائم کروں، زکاۃ دوں، اور ہر مسلمان کے ساتھ مخلص اور خیر خواہ رہوں۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نماز اور زکاۃ کی طرح اس بات پر بھی باقاعدہ بیعت لیتے رہے ہیں کہ آدمی ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور وفاداری رکھے گا۔

حدیث کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں « وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ» "ہر مسلمان کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی"۔

'پاکستانی'، 'افغانی'، 'بنگالی'، 'سعودی'، 'تیونسی' یا 'انڈونیشی' نہیں... بلکہ کرۂ ارض کے ہر "مسلمان" کے ساتھ وفاداری... ہر "مسلمان" کے لیے درد رکھنا!

دوبارہ عرض کر دیں، یہ وہ وفاداری نہیں جو آپ کے حلف اٹھانے سے وجود میں آتی ہو... بلکہ یہ وہ وفاداری ہے جو آپ کے کلمہ پڑھنے سے خود بخود تشکیل پا جاتی ہے۔

"جماعۃ المسلمین" کا معنیٰ دینے میں یہ حدیث نہایت قوی ہے۔

سنن النسائی اور مسند احمد میں عین یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ آتی ہے:

عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: «بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، وعلى فِرَاقِ الْمُشْرِكِ» (النسائی رقم 4175، مسند أحمد رقم 19163)

حضرت جریرؓ سے روایت ہے، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اس بات پر کہ نماز قائم کروں، زکاۃ دوں، اور ہر مسلمان کے ساتھ مخلص اور خیر خواہ رہوں، اور یہ کہ مشرک سے ناطہ توڑ کر رکھوں۔

نسائی کی کتاب البیعۃ میں ایک باب کا عنوان ہی یہ ہے: البيعة على فِراقِ المشرک۔ یعنی ایک طرف وفاداری قائم کرنی ہے تو دوسری جانب وفاداری ختم کرنی ہے۔ یہ ہے "الجماعۃ"۔